اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ خدا سے تعلق قائم کرو

(فرمودہ ۹-جولائی ۱۹۱۵ء بمقام لاہور)

حضور نے تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا کے حکام' بادشاہ اور امراء جن کی طاقتیں محدود' حکومتیں محدود' مال و دولت محدود' علم و عقل محدود' شان و شوکت محدود اور جن کی نفع رسانی کی قدرت محدود ہے ان سے تعلق رکھنے کیلئے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بڑی بڑی کوششیں کرتا ہے- لیکن اگر کسی بڑی سے بڑی دنیا کی حکومت کو بھی لے لیں تو بھی کوئی ایسی حکومت نظر نہیں آتی جو ساری دنیا پر حاوی ہو یا دو ثُلث پر ہی اس کا قبضہ ہو اور اگر فرض بھی کرلیں کہ کوئی ایسا فرمانروا ہے جو ساری دنیا پر حکومت کرتا ہے تو پھر بھی چونکہ وہ انسان ہی ہے اس لئے اس کی حکومت محدود ہے- اس سے چُھپنے کیلئے کئی جگہیں ہیں غاروں اور پہاڑوں میں انسان چُھپ سکتا ہے' بھیس بدل کر گرفتاری سے بچ سکتا ہے کیونکہ انسان بادشاہ کا خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو علم کامل نہیں ہے اور وہ عالم الغیب نہیں ہوتا- اس لئے انسان اس سے بچنے کی تدبیر کرسکتا ہے اور بسااوقات کامیاب بھی ہوجاتا ہے- مگر خداتعالیٰ کی حکومت نہ صرف تمام دنیا پر ہے بلکہ زمین و آسمان کی کوئی چیز نہیں جو اس کی مملوک نہ ہو- چونکہ تمام چیزیں اسی کی مخلوق ہیں اس لئے اسی کی مملوک ہیں-

جب دنیا کے بادشاہوں کے حضور باریابی حاصل کرنے کیلئے لوگ بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں اور جان و مال تک کے خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے تو خداتعالیٰ جس کی شان

سے دنیاوی حاکموں کو کچھ بھی نسبت نہیں اس کے حضور شرف پانے کیلئے کس قدر کوشش اور ہمت کرنی چاہیئے۔ پھر جس آدمی کو ایک دفعہ بادشاہ سے ملاقات کا موقع مل جائے وہ اس خبر کو اپنی عزت کا باعث سمجھ کر اخباروں میں چھپواتا ہے لیکن کیسا خوش نصیب اور عزت والا ہے وہ انسان جس کو خدا تعالیٰ کے حضور حاضری کا موقع ملے۔

دنیاوی لحاظ سے ہماری گورنمنٹ حاکم ہے اور ہم محکوم' وہ آقا ہے ہم خادم' وہ سرکار ہے ہم رعایا اور ہمیں قرآن شریف یہ حکم دیتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کریں مگر اس سے بھی اعلیٰ ایک اور ایسی حکومت ہے جس کے حضور ہم اور یہ مساوی ہیں کیونکہ وہ ایسا زبردست بادشاہ ہے جس کے آگے دنیا کے زبردست سے زبردست بادشاہ ماتھا رگڑتے ہیں اور طاقتور سے طاقتور حکمران گردنیں جھکادیتے ہیں اور ان کو سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ اس کے آگے اپنی پیشانی رکھ دیں۔ انگلستان کے ایک بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اپنے مصاحبین کے ساتھ سمندر کے کنارے بیٹھا تھا اسے خوشامدی حاشیہ نشینوں نے کہا کہ آپ کی حکومت بحروبر (خشکی و تری) سب جگہ ہے آپ اتنے وسیع ممالک پر حکمران ہیں وغیرہ وغیرہ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سمندر کا پانی کنارے پر چڑھنا شروع ہوا۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کرسی ہٹالیں کیونکہ پانی قریب آرہا ہے۔ بادشاہ نے کہا نہیں میں پانی کو حکم دیتا ہوں کہ پیچھے ہٹ جائے۔ انہوں نے کہا کبھی ایسا ہوسکتا ہے؟ بادشاہ نے کہا تم تو ابھی کہہ رہے تھے کہ خشکی اور سمندر پر تمہاری حکومت ہے اگر میری حکومت سمندر پر ہوتی تو پانی میرا حکم کیوں نہ مانتا۔ پس کوئی کتنا بڑا کیوں نہ ہو' احکم الحاکمین کے آگے سجدہ کرتے ہی بنتی ہے ورنہ تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہوں نے جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تو خدا نے ان کو ایسا جھکایا کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ دیکھو فرعون جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اُٹھا اس کی کتنی بڑی طاقت تھی اس کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیا حالت تھی۔ وہ بڑے مال واموال کا وارث تھا' وہ بڑی دولت اور حکومت قبضہ میں رکھتا تھا' وہ مصر ایسے مُلک پر حکمران تھا جس میں دریائے نیل بہتا ہے اور جس کی وادیاں دنیا بھر میں زرخیز سمجھی جاتی ہیں' وہ شام اور افریقہ کے تمام آباد حصوں پر رُعب رکھتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ وہ تھے جنہیں بیوی حاصل کرنے کیلئے بھی دس سال تک ایک شخص کی بکریاں چُرانا پڑیں۔ وہ فرعون

کے سامنے جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ میرے خدا کی فرمانبرداری کرو اور میرے حکموں کو مانو- فرعون نے بجائے اس کے کہ اس کی اطاعت کرتا نافرمانی کی اور اپنے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھا- دنیاوی لحاظ سے واقعی موسیٰ علیہ السلام کی کیا طاقت تھی کہ فرعون جیسے بادشاہ کو یہ کہتا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو جب وہ اس سے انکار کرتا تو یہ کہتا کہ تم نے میرا کہا نہیں مانا میرا خدا ایسا ہے جو تمہیں سزا دے گا- لیکن فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تو ایسی حالت میں غرق ہوا جبکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے اسی دریا سے صحیح و سلامت پار جاتے ہوئے دیکھا- پھر اس نے غرق ہوتے وقت کیسے دردناک الفاظ کہے- اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ [1] وہی موسیٰ ہارون جن کو وہ گالیاں دیتا تھا اب انہیں کے متعلق کہتا ہے کہ مَیں ان کے رب پر ایمان لاتا ہوں- یہ کہہ کر اس نے اپنے انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار کیا ہے کہ اب میرا تکبّر ایسا ٹوٹا ہے کہ یہی موسیٰ و ہارون جن کی مَیں ہتک کرتا اور حقارت سے دیکھتا تھا انہی کی پیروی اور غلامی کرنے کو تیار ہوں- غرض بڑے بڑے گردن کش گزرے ہیں مگر خداتعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کرکے ان کا نام و نشان مٹادیا-

پس کیسا خوش قسمت ہے وہ انسان جس کو وہ بادشاہ بلائے اور ملاقات کا موقع دے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جسے یہ کہے کہ جو تم سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے کرتا ہے اور جو تجھ پر حملہ کرتا ہے وہ مجھ پر کرتا ہے اور جو تیرا انکار کرتا ہے وہ میرا انکار کرتا ہے جب یہ آواز کسی انسان کو خدا کی طرف سے آتی ہوگی تو اس کی کیا حالت ہوتی ہوگی-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد مَیں نے آپ کی ایک ڈائری دیکھی- اس میں لکھا تھا کہ دنیا کے لوگ مجھے طرح طرح سے ڈراتے اور دھمکیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَیں اپنے پیاروں کو چھوڑ دوں لیکن رات کے وقت جب مجھے میرے عزیز سے عزیز چھوڑ چکے ہوتے ہیں تو وہ میرے پاس آکر مجھے تسلی دیتا اور باتیں کرتا ہے' بھلا اس کو مَیں کس طرح چھوڑ دوں- غرض اس حالت کا اندازہ جو خداتعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے سے پیدا ہوتی ہے سوائے اس کے جس پر یہ حالت وارد ہو اور کوئی نہیں لگاسکتا- ہاں جن لوگوں کا ایسے انسانوں سے تعلق ہوجائے جو خداتعالیٰ کے ساتھ شرف مکالمہ رکھتے ہیں وہ جس طرح خداتعالیٰ کو دیکھتے ہیں دوسرے نہیں دیکھ سکتے-

پس ایسے لوگوں کا حق ہے کہ وہ اپنی عبادت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۲؎ سے شروع کریں۔ کیا ہی تعریفوں اور محامد والا خدا ہے جس نے اپنی مخلوق کو یہ رتبہ دیا کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۳؎ اے رسول! ان لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اس سے اللہ تمہارے ساتھ محبت کرنے لگے گا۔ پس کیسی خوش نصیب ہے وہ جماعت جس کو ایسا زمانہ نصیب ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا پورا تعلق رکھنے والا اُس کی محبت اور شفقت کا کلام سننے والا' اس کی تائید اور برکت حاصل کرنے والا انسان مل گیا۔ صحابہ کرام کے بعد بڑے بڑے ولی اور بزرگ گزرے ہیں مگر ان کی یہی خواہش رہی ہے کہ کاش ہم صحابہؓ میں سے ہوتے۔ ہم نے خدا کے فضل سے وہی صحابہ کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پایا۔ ہم نے آپ کی صحبت اٹھائی اور آپ سے فیوض حاصل کئے۔

سب سے بڑا فضل اور انعام یہ ہے کہ خداتعالیٰ کسی سے کلام کرے۔ لیکن اس سے دوسرے درجہ پر یہ ہے کہ خداتعالیٰ سے کلام کرنے والے انسان کے ساتھ تعلق ہو۔ کیونکہ نبیوں کو خداتعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ تعلق ہوتا ہے اور نبیوں کے ماننے والوں کا بالواسطہ۔ لیکن مَیں تو دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے بعض آدمیوں کے ساتھ خداتعالیٰ بِلاواسطہ کلام کرتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فضل ہے جس کا ہماری جماعت کے لوگوں کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اب دنیا کی طاقتیں انہیں کیا دکھ دے سکتی ہیں جبکہ خداتعالیٰ ان کا ہوگیا ہے۔ جب کوئی کسی کے گھر چلا جائے اور گھر والا اس پر مہربان ہو تو نوکر اور خدمتگار خودبخود جی جی کرتے پھرتے ہیں لیکن اگر گھر والا ناراض ہو تو نوکر بھی بات نہیں کرتے۔

پس جس سے خدا راضی ہو اُسے کسی کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ لوگ اسے خواہ پہاڑ سے نیچے پھینک دیں' دریا میں ڈال دیں' آگ میں جلادیں' اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے سب کو فرمایا کہ استخارہ کرو۔ مَیں نے بھی کیا تو دیکھا کہ ایک کوٹھڑی ہے جو اُوپلوں سے بھری ہوئی ہے لوگ اُن پر تیل ڈال کر آگ لگا رہے ہیں۔ مَیں نے نظر اُٹھا کر جو اس کے دروازے کی طرف دیکھا تو یہ لکھا تھا کہ:۔

"خدا کے پاک بندوں کو کوئی جلا نہیں سکتا۔"

آج حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مصرعہ سن کر کہ:۔

"کہ یہ جان آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے" ؎

وہ بات یاد آگئی- خدا کے پیاروں کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے نہ جلا سکتا ہے نہ پہاڑوں سے گرا کر مار سکتا ہے اور نہ دنیا کی کوئی اور چیز انہیں دکھ پہنچا سکتی ہے- کیوں؟ اس لئے کہ خدا ان کا ہو جاتا ہے- اسی لئے حضرت مسیح موعود کو یہ الہام ہوا کہ:-

"آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" ؎

حضرت مسیح موعود نے طاعون کو دیکھا کہ ایک ہاتھی ہے جو اِدھر اُدھر سونڈ مارتا پھرتا ہے لیکن آپ کے سامنے آکر اس نے عاجزی سے سونڈ کو رکھ دیا ہے- پھر آپ کو یہ الہام ہوا- خداتعالیٰ کا یہ سلوک کسی ایک ہی شخص سے نہیں ہوتا بلکہ بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کو یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے- اسلام ان سب کی عزت کرتا ہے اور یہ فضیلت صرف اسی مذہب کو حاصل ہے کہ ہر ایک نبی کی عزت کرتا ہے خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں اور کسی قوم میں پیدا ہوا-

ایران کے بادشاہ گشتاسپ کے وزیر جاماسپ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے- اس میں لکھا ہے کہ ایران میں تین نبی پیدا ہوں گے- ایک کا نام میسیازر بھی ہوگا (میسیا اور مسیحا ایک ہی ہے) اس کی اور شیطان کی آخری جنگ ہوگی اور وہ شیطان کو قتل کرے گا لیکن تلوار سے نہیں بلکہ دعاؤں سے- یہی وہ پیشگوئی ہے جو حضرت مسیحؑ کے کلام سے اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ثابت ہوتی ہے- اب ایسے عظیم الشان انسان کا کوئی کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے-

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام کہ مَیں کرشن، اوتار، راچندر، آدمؑ، موسیٰؑ، ابراہیم ہوں- ان سب کو لوگوں نے دُکھ دینے کیلئے بڑے زور مارے مگر کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اس لئے کہ ان کا حامی خداتعالیٰ ہو گیا تھا- پس خداتعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے سے بہت بڑا انعام شرفِ مکالمہ کا حاصل ہوتا ہے اور جن کو یہ نعمت حاصل ہو جائے انہیں دنیا کی کوئی چیز خوف میں نہیں ڈال سکتی- یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے کسی واقعہ سے گھبراتے نہیں- حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ دوست گھبرا جاتے لیکن آپ کوئی پرواہ نہ کرتے- مولوی سرور شاہ صاحب گورداسپور کا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ مجسٹریٹ نے کہا کہ مَیں مرزا کو ہتھکڑی لگائے بغیر نہیں چھوڑوں گا- حضرت صاحب نے سنا تو لیٹے ہوئے

اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ مارتا ہے نقصان اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے دو بیٹے تھے دونوں مرگئے۔ حالانکہ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ تو ان لوگوں کو کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ خداتعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے جو کوئی ان کا مقابلہ کرتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مَیں حیران ہوں کہ کفر اور اسلام کے مسئلہ کو منکرینِ خلافت کیوں اتنا بڑھا رہے ہیں۔ کیا خداتعالیٰ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں ان کو کوئی انسان ہونے کے لحاظ سے مانتا ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی انسان تھے آپ کی بشریت کا تو کوئی منکر نہیں۔ ہر ایک مذہب و ملت کے لوگ یہ جانتے ہیں کہ آپ ایک انسان تھے تو انسان ماننا تو ایسی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ ہاں انکار یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان خداتعالیٰ کی طرف سے آتا ہے لیکن نادان کہتا ہے کہ خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ یہ انکار اس انسان کا انکار نہیں بلکہ اس کے بھیجنے والے یعنی خداتعالیٰ کا انکار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک بیوقوف کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت ﷺ کے خادم تھے اس لئے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کا انکار کافر بنادے۔ ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا انکار بحیثیت آپ کے انسان ہونے اور آنحضرت ﷺ کا خادم ہونے کی وجہ سے کفر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ خداتعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ پس نادان اپنی نادانی سے انسانوں میں فرق کرتے اور کہتے ہیں کہ ایک کا انکار بڑا اور دوسرے کا چھوٹا ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو خدا کا انکار ہے اور وہ بہت بڑا ہے چھوٹا نہیں اس کی طرف سے کوئی آجائے اس کا انکار کبھی چھوٹا انکار نہیں ہوسکتا۔ روس کا ایک کاؤنٹ (COUNT) [۶] تھا وہ پہلے بادشاہ کا دربان تھا ایک دن بادشاہ نے اسے کہا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ کچھ دیر بعد ایک ڈیوک (DUKE) [۷] آیا اور اس نے کہا کہ مَیں اندر جانا چاہتا ہوں۔ دربان نے کہا کہ میں نہیں جانے دوں گا وہ اندر گھسنے لگا تو اس نے روک لیا۔ ڈیوک نے اسے مارنا شروع کیا اور پھر اندر جانے لگا لیکن اس نے پھر روک لیا اسی طرح بہت دیر تک ان کی کشمکش ہوتی رہی۔ زار دیکھ رہا تھا۔ اس نے دونوں کو اندر بلایا اور ڈیوک سے پوچھا تم نے اسے کیوں مارا ہے۔ اس نے کہا میں ڈیوک ہوں اِس نے مجھے اندر آنے سے روکا اس لئے میں نے اسے مارا۔ دربان سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیوں روکا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس لئے روکا ہے کہ ان سے بڑے نے مجھے روکنے کا حکم دیا تھا۔ ڈیوک سے پوچھا کہ

تم کو اِس نے میرا حکم سنایا تھا کہ اندر آنا بند ہے اُس نے کہاں ہاں- زار نے دربان کو کہا- ٹالسٹائے میں تمہیں فلاں عہدہ دیتا ہوں اس کو اسی طرح مارو جس طرح اس نے تمہیں مارا ہے (اُس وقت روس میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک ہی حیثیت کے آدمی اپنے مخالف کو سزا دے سکتے تھے) ڈیوک نے کہا کہ میں نواب ہوں- زار نے کہا- ٹالسٹائے میں تمہیں کاؤنٹ بناتا ہوں اسے مارو اِس طرح اُس نے اسی وقت دربان سے اسے پٹوایا- اس دربان کی تو کوئی حیثیت نہ تھی لیکن سوال یہ تھا کہ اس کو کھڑا کس نے کیا تھا- کھڑا بادشاہ نے کیا تھا اس لئے اس کی حکم عدولی اس قدر سزا کا موجب ہوئی-

کفر و اسلام کے مسئلہ میں بھی نادان یہ نہیں سمجھتا کہ بحث کس بات پر ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ معاملہ کس کا ہے- مسیح موعودؑ تو ایک بہت بڑا انسان ہے اگر کوئی چھوٹا بھی ہو تو اس کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ کس کی طرف سے بول رہا ہے- آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں- لَوْ کَانَ عِیْسٰی وَ مُوْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ ۸ - کہ اگر عیسیٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کیلئے ضروری تھا کہ مجھ پر ایمان لاتے اور میرا کلام مانتے ورنہ کافر بنتے- تو یہاں یہ سوال نہیں کہ مرزا صاحبؑ کی کیا حیثیت ہے؟ ہم بدرجہ تنزل یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مسیح موعود کی کوئی حیثیت نہ تھی مگر یہ تو منکرینِ خلافت بھی مانتے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آئے تھے پس چونکہ ان کے بھیجنے والا اور آنحضرت ﷺ کے بھیجنے والا ایک ہی ہے اس میں کچھ فرق نہیں اس لئے خدا تعالیٰ کا حکم جس طرح آنحضرت ﷺ کے ماننے کیلئے تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود کیلئے ہے- جو نہیں مانتا وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتا ہے لیکن یہ بات وہ یاد رکھے کہ خدائی احکام کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا- ہمارے سلسلہ کے مقابلہ میں لوگ بڑے بڑے زور لگاتے اور کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہے کر ہی کیا سکتی ہے- لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شکاری پانچ سَو مرغابیوں میں سے دس بیس مارلے تو اسے کامیاب کہا جائے گا نہ کہ ناکامیاب کیونکہ وہ غالب رہا ہے اور کچھ چھین کر ہی لے گیا ہے- اسی طرح ساری دنیا کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کھڑے ہوئے اور دنیا نے مقابلہ کرنے میں بھی کوئی کمی نہ کی لیکن آپ ہی کچھ چھین کر لے گئے-

پھر لوگوں کو یہ شک تھا کہ مرزا صاحب آپ تو کچھ نہیں جانتے مولوی نورالدین صاحب انہیں کتابیں لکھ لکھ کر دیتے ہیں اور وہ شائع کرتے ہیں- لیکن خدا نے اس بات کو غلط ثابت

کرنے کیلئے حضرت صاحب کی وفات کے بعد مولوی صاحب کو آخری دم تک ایک کتاب بھی لکھنے کی تحریک نہ کی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ مرزا صاحب کے دم کے ساتھ یہ سلسلہ کھڑا ہے ان کے بعد کچھ نہیں رہے گا۔ پھر جب ان کی یہ بات پوری نہ ہوئی تو کہنے لگے کہ ہم جو کہتے تھے کہ مرزا صاحب کو مولوی صاحب کتابیں وغیرہ لکھ کر دیتے ہیں اب چونکہ مولوی صاحب ہیں اس لئے سلسلہ چل رہا ہے اور ہماری اس وقت کی بات کی تائید ہو رہی ہے البتہ جب مولوی صاحب نہ رہے تو پھر یہ سلسلہ نہیں رہے گا۔ بعض یہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب عربی دان ہیں انہیں سلسلہ کے قائم رکھنے کا کیا پتہ ہے اصل میں ایم-اے' ڈاکٹر' پلیڈر اسے چلا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کیسی غیرت ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو علیحدہ کر دیا۔ ایک طرف اگر مولوی صاحب کو وفات دی تو دوسری طرف ان لوگوں کو علیحدہ کر کے بتا دیا کہ دیکھو ہمارا سلسلہ کسی انسانی سہارے پر نہیں چل رہا بلکہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کیا کہ اب سلسلہ کی باگ کسی بڑے عالم فاضل اور تجربہ کار کے ہاتھ میں دے دی ہو بلکہ اس کے ہاتھ میں دی ہے جس کے متعلق مشہور کیا گیا تھا کہ نکمّا' جوش میں آنے والا اور لڑنے جھگڑنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بتایا کہ تمہارے خیال میں جو سب سے زیادہ کمزور اور نکمّا ہے ہم اپنا کام اُسی سے لے لیں گے۔ اس میں کیا شک ہے کہ مجھے نہ اپنے علم پر ناز ہے نہ تجربہ کاری کا مدعی ہوں اور نہ مجھے کسی اور بات کا گھمنڈ ہے مگر خدا تعالیٰ میرے سپرد یہ کام کر کے دکھانا چاہتا ہے کہ جس کو تم نالائق سمجھتے ہو میں اُسی سے کام لوں گا۔ پس جب خدا تعالیٰ کا یہ منشاء تھا تو اور کسی کی کیا طاقت تھی کہ اس میں حارج ہوتا۔ ایک دن وہ بھی تھا کہ منکرین کی طرف سے اعلان شائع ہوا تھا کہ جماعت کا بہت بڑا حصہ ہمارے ساتھ ہے اور اس خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ پھر یہ بھی کہا کہ قادیان مشن کمپاؤنڈ بن جائے گا۔ لیکن ایک دن یہ ہے کہ خدا نے جماعت کے کثیر حصہ کو پکڑ کر جھکا دیا ہے اور قادیان میں اشاعت اسلام کا ایسا کام ہو رہا ہے کہ تمام ہندوستان چھوڑ تمام دنیا میں بھی کسی جگہ نہیں ہو رہا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ دکھا دیا ہے کہ یہ میرا اپنا کام ہے۔ ایک طرف وہ انسان جو دینی علوم کے جاننے کی نظر میں سلسلہ کا سہارا سمجھا جاتا تھا اس کو اُٹھا لیا۔ دوسری طرف دنیاوی علوم والوں کو علیحدہ کر دیا اور تیسرے اُس انسان کے ہاتھ میں جہاز کی پتوار دے دی جسے کسی قابل نہ سمجھا جاتا تھا۔

پس اگر کوئی میری کمزوریوں کی طرف نظر کرکے اور اپنے علم کے گھمنڈ میں آکر مخالفت پر کھڑا ہوتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑنی چاہیئے بلکہ اس پر پڑنی چاہیئے جس کا یہ سلسلہ ہے اور جس نے مجھے کھڑا کیا ہے کیونکہ اصل میں وہی کام کررہا ہے۔ کیا ابھی تک کسی کو اس صداقت کے قبول کرنے میں انکار ہے کہ منکرینِ خلافت نے میری مخالفت میں بڑے زور لگائے مگر خداتعالیٰ نے ان کو ناکام ہی کیا اور جماعت میں ایسا جوش پیدا کردیا کہ گویا نئے سرے سے بنی ہے اور یہ جوش گھٹنے کا نہیں کیونکہ یہ خدا کا سلسلہ ہے انسان مرجائیں گے لیکن خدا پر کوئی تغیر نہیں آسکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ ۹؎ جب تک احمدی احمدی ہیں یہ جماعت بڑھتی ہی رہے گی۔ بڑی بڑی طاقتیں داخل ہوں گی اور وہ وقت عنقریب آئے گا کہ بہت سی بلند گردنیں جھک جائیں گی اور وہ لوگ جو آج اسلام پر گندے اور بیہودہ حملے کرتے ہیں اسی کے حلقہ بگوش ہوں گے۔ ایک دفعہ مجھے دکھایا گیا تھا کہ آسمان پر ستاروں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے۔ پس اسلام ترقی کرے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی کرے گا اور اسے کوئی روک نہ سکے گا۔ قتل کرنے والوں نے تو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ ایسے جلیل القدر انسانوں کو بھی قتل کردیا تھا لیکن اس طرح وہ اسلام کو کچھ نقصان نہ پہنچاسکے۔ اُس وقت اگر چالیس لاکھ کے قریب مسلمان تھے تو بعد میں کئی کروڑ تک ہوگئے کیونکہ خداتعالیٰ جس کی طرف سے یہ مذہب ہے وہ ہمیشہ سے زندہ اور حيّ ہے پس اسی خدا نے ہماری جماعت کو ایک ایسے مقام پر کھڑا کیا ہے کہ جو اس کو ہٹانا چاہے گا وہ خدا سے مقابلہ کرے گا۔ اس لئے ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ کا بہت بہت شکر کرنا چاہیئے۔

لاہور ایک سرحد ہے اور ہمارے مخالف لوگوں کا مرکز اور پنجاب کا دارالخلافہ، یہاں کے احمدیوں کو بہت چوکس رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں تاکید فرماتا ہے کہ سرحد کو مضبوط رکھنا چاہیئے۔ مسلمانوں کی حکومتوں کے تباہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ کہ انہوں نے سرحدوں کو مضبوط نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رَابِطُوْا ۱۰؎ یعنی سرحدوں پر گھوڑے باندھے رکھو۔ لاہور بھی سرحد ہے یہاں بھی اپنے مخالفوں کے جواب دینے کیلئے احمدیوں کو ہر وقت کمربستہ رہنا چاہیئے۔ سرحدی اور پہرہ دار فوجیوں کو سونے اور آرام کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ان کا کام ہروقت چوکس رہنا ہوتا ہے اگر یہ غفلت کریں تو دوسروں کی نسبت زیادہ سزا

کے مستحق ہوتے ہیں۔ لاہور کے احمدیوں کو ہر وقت مستعد اور تیار رہنا چاہیئے۔ گالیوں کیلئے نہیں کیونکہ جو کسی کو گالیاں دیتا ہے وہ اپنی شکست اور کمزوری کا خود اقرار کرتا ہے۔ پس تم لوگ نرم بنو مگر بے حیا نہ بنو۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ [۱] تم لوگوں سے نیک سلوک کرو۔ اگر کوئی محتاج ہو خواہ کسی مذہب کا ہو' چوہڑا چمار ہو' اس سے ہمدردی کرو مگر باحیا بن کر۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بے حیائی اور نرمی میں فرق نہیں سمجھتے۔ مَیں ایک طرف جہاں تمہیں چُستی اور نرمی کی نصیحت کرتا ہوں' دوسری طرف بے حیائی اور بے غیرتی سے بھی منع کرتا ہوں۔ مَیں تمہیں کھول کر بتادیتا کہ نرمی اور بے حیائی میں کیا فرق ہے مگر وقت نہیں ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سمجھادیں گے مگر نرمی سے سمجھائیں۔ تم لوگوں کو نصیحت کرو۔ بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں نہ ہم سے تعلق ہے اور نہ منکرین سے۔ وہ درمیان میں پڑے ہیں' ان سے بات چیت کرو۔ پھر غیر مذاہب والے ہیں انہیں سمجھاؤ۔ اور سب سے زیادہ دعاؤں پر زور دو۔ سورہ فاتحہ میں دونوں باتوں کی تعلیم ہے۔ اول یہ کہ اسمائے الٰہی کو یاد رکھو۔ دوئم دعائیں کرو۔ مجھے حدیث کے ذریعہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ [۲] کے بہت لطیف معنی سمجھ میں آئے۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت عائشہ بڑی سخی تھیں ان کی نسبت ابن زبیر (یہ حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) نے کہا ان کا ہاتھ روکنا چاہیئے جب یہ بات ان تک پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوئیں اور کہا کہ یہ میرے دین کے رستہ میں روک ہوتا ہے اور مجھے صدقہ سے روکتا ہے میں اس سے نہیں ملوں گی اگر ملوں تو مجھ پر صدقہ دینا واجب ہوگا۔ اس بات پر جب کچھ عرصہ گزرا تو صحابہ نے صلح کروانے کی تجویز کی۔ عبدالرحمٰن ابن عوف ایک شخص تھے جو حضرت عائشہ کے ننھیال سے تھے۔ انہوں نے کچھ آدمی ساتھ لئے اور ابن زبیر کو بھی لے کر حضرت عائشہ کے گھر گئے۔ دروازے پر جاکر آواز دی کہ ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا آجاؤ۔ ابن زبیر بھی ساتھ ہی پردہ اٹھا کر اندر چلے گئے اور آپ سے جاکر چمٹ گئے اور اپنا قصور معاف کروالیا۔ اس پر انہوں نے چالیس غلام آزاد کردیئے [۳]۔ اس سے یہ بات حل ہوئی ہے کہ اِھْدِنَا جمع کا صیغہ ہے یعنی ہمیں ہدایت دیجئے۔ جب یہ کہا جائے تو خداتعالیٰ کی تو یہ شان نہیں کہ آدھے لوگوں کی تو دعا قبول کرے اور آدھے لوگوں کی نہ کرے وہ تو کہے گا کہ آجاؤ۔ تب سارے کے سارے خداتعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوجائیں گے اور اعمال صالحہ رکھنے والوں کے ساتھ کمزور بھی پار

ہوجائیں گے۔ جس طرح ابن زبیر کو "ہم اندر آنا چاہتے ہیں"۔ کے کہنے سے اندر جانے کا موقع مل گیا اسی طرح کمزور بھی داخل ہوجائیں گے۔ پس تم لوگ ایک طرف کوشش کرو اور دوسری طرف مل کر دعائیں کرو۔ پھر جو کوئی کمزور ہوگا اس کی دعا بھی سب کے ساتھ مل کر منظور ہوجائے گی۔ خدا تعالیٰ تم سب کو اس قابل بنائے۔ آمین۔

(الفضل ۱۸۔جولائی ۱۹۱۵ء)

۱؎ یونس:۹۱ ۲؎ الفاتحۃ:۲ ۳؎ اٰل عمران:۳۲

۴؎ تذکرہ صفحہ ۳۹۷۔ ایڈیشن چہارم

۵؎ "وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے" سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۹۶ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

۶؎ COUNT: امیر۔ نواب (علمی اردو لغت صفحہ ۱۱۰۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء)

۷؎ ڈیوک (DUKE): شہزادے کے بعد سب سے بڑا عہدیدار' رئیس۔(قومی انگریزی اردو لغت صفحہ ۶۳۱ مطبوعہ دہلی ۱۹۹۳ء)

۸؎ الیواقیت والجواھر جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۳۱۷ھ مطبع میمنہ مصر

۹؎ الرَّعد:۱۲ ۱۰؎ اٰل عمران:۲۰۱

۱۱؎ بخاری کتاب الایمان باب الحیاء من الایمان

۱۲؎ الفاتحۃ:۶

۱۳؎ بخاری کتاب الادب باب الھجرۃ